رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریۃ

الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷ | ۱۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء | نمبر ۲

صداقت غیبی تصدیق حضرت مسیح موعود

واقعہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۰۲ء کو میرے ایک دوست نے جسکا نام میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ انہوں نے اجازت ظاہر کرنے کی دی ہے چند آدمیوں میں حلف اٹھا کر بیان کیا کہ آج رات کو بوقت ۳ بجے ایک شخص منتول صورت کو دیکھا جس کے ایک ہاتھ میں صراحی اور ایک ہاتھ میں پیالہ ہے ادھر ادھر پھرتا ہے میں نے جو اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور جماعت احمدیہ کو تلاش کرتا پھرتا ہوں تاکہ انکو آب کوثر پلاؤں پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اے مخالفان جماعت احمدیہ اب بھی مسیح موعود کی تصدیق میں کسر لگی ہے جلد استغفار اور توبہ کرو اور مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرو تاکہ نجات کا سبب ہو ورنہ کف افسوس ملو گے۔ یہ رویا اللہ تعالیٰ نے ایک سخت مخالف کو دکھایا ہے وہ مخروط سے نرم اور خائف ہوا اور ایمان لے آیا ہے خدا سکو یہ توفیق دے

المشتہر
ایس۔ ایم۔ یوسف احمدی کمسرئیٹ ایجنٹ۔ از کیمپ انبالہ ابزار و توپ خانہ۔

بقیہ نظم الکلام الفصیح فی تعلیم المسیح

از
جناب ثاقب مالیرکوٹلوی

رگ جان سے نزدیک پر دور ہے وہ
پرے فہم سے انکھ کا نور ہے وہ
اگرچہ ہے اُس ذات عالی میں وحدت
پہ اُس کی تجلی میں پاؤ گے کثرت
جب انسان میں ہو نیا رنگ پیدا
دل و جان سے وہ خدا پر ہو شیدا
وہ صف اپنی ہستی کی ساری الٹ دے
جو اک آن میں اپنی کایا پلٹ دے
جو خود اپنی حالت میں بالکل نیا ہو
نیا ہی خدا اُسپہ جلوہ نما ہو
غرض جتنی وہ جیسی رنگت دکھائے
خدا بھی اُسے ویسی صورت دکھائے
مگر یاں یہ آئے نہ وہم تحیر
کہ ممکن ہے کیسے خدا میں تغیر
تغیر خدا میں نہ ہوگا ذرا بھی
ازل سے نہ بدلا نہ بدلے خدا کچھ
وہ پہلے سے ہے اور کامل خدا ہے
وہ خالق ہے مخلوق اُس سے جدا ہے

مگر جب کوئی بڑھ کے نیکی دکھائے
خدا بھی نئی اک تجلی دکھائے
چڑھے نردبان ترقی پہ جوں جوں
ترقی قدرت کا جلوہ ہو افزوں
وہ قدرت دکھاتا ہے عادت سے بڑھکر
جو بندہ بدل جائے عادت سے بڑھکر
جو ایسا بدل کر دکھائے خدا کو
خوارق میں اور معجزوں میں شامل ہو
جب ایسے خدا پر یقین تم کو آئے
تو سمجھیں گے تم ہم پہ ایمان لائے
نہ کچھ فکر نفس اور آرام کی ہو
طلب دل میں صرف اس دل آرام کی ہو
مقدم وہی ہو علائق کو توڑو
الگ ہو کے سب سے فقط اس سے جوڑو
دکھا دو رہ حق میں صدق و وفا تم
بنو مرد میدان سے شیر خدا تم
پرستار اسباب ہے ابن آدم
عزیز و اقارب پہ مرتا ہے ہر دم
وہ ہے محو حب عزیزان جانی
یہی دل کی ٹھنڈک یہی شادمانی
مگر تم کو صرف اُس خدا کی طلب ہو
مقدم وہی اور اُسکا ادب ہو
کرو اسطرح تم عبادت خدا کی
ہو آسماں پر جماعت خدا کی

ہیں روزہ کھولوں گا بھی اور روزہ رکھونگا بھی۔ یہ سب الہام طاعون کے متعلق ہیں

ملامت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی ملامت ہے جو مخالف کرتے ہیں لیکن دل کی ملامت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اور اُنپر عمل کے لیے طیار نہ ہو + روزہ رکھونگا اور کھولوں گا، اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک گویا طاعون کا زور گھٹ جائے گا۔ یہ روزے کے دن ہوں گے اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسمیں کثرت سے ہوگی۔ اب دیکھا گیا ہے کہ کثرت سردی کی اور کثرت گرمی میں اسکی شدت اور تیزی رک جاتی ہے لیکن بہاری موسم فروری مارچ اور ستمبر اکتوبر میں اسکا زور بڑھ جاتا ہے + مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دورے تھمنے والے نہیں ہیں خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دورے شدید ہیں جن پر خدا تعالیٰ سے غفلت اور سستی پھیل گئی ہو نیکی کیطرف توجہ نہیں رہی ایسی صورت میں کیا اسکا علاج ڈاکٹری اصولوں سے ہوگا یا کوئی اور علاج اثر پذیر ہوسکے گا جب تک خدا کی مرضی نہ ہو۔

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے یہ کل دنیا کے لیے مامور ہوکر آئی ہے اور اپنے وقت پر ہر جگہ پھیلے گی۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں بعض وقت لوگ ان وجوہات کو نہیں سمجھ سکتے لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے ہو رہا ہے اب اس کے وجوہ ہوئے ہیں بائیس برس پہلے خدا نے براہین میں مجھے اسکی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً وہ اطلاع دیتا رہا یہانتک کہ جب ابھی پنجاب کے دو ضلعوں میں تھی تو اس نے مجھے بتایا کہ کل پنجاب اسکے اثر سے متاثر ہوجائے گا۔ اسوقت لوگوں نے اسپر ہنسی کی مگر اب بتاؤ کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہوا؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر ہماری جماعت جو روز نشانات کو دیکھتی ہے مجھے چاہیے کہ اپنی تبدیلی کرے جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے ڈرانیوالے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سونٹا اٹھایا جاوے تو اس کو بھیڑ بکری گائے سب ڈرتے ہیں انسان کی اس میں کونسی خوبی ہے یہ تو اس حالت میں ان سے جا ملا۔ ورنہ اسکی دانشمندی اور دوربینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔ بعض گاؤں میں سخت تباہی ہوئی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر مقفل ہوگئے۔ جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھا جانے والی آگ کیطرح ہوتی ہے۔ ایک بار بلاد شام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کردی تھی یہ بڑی خطرناک بلا ہے اس سے بیخوف ہونا نادانی ہے حقیقی ایمان ایک موت ہے جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔ جو لوگ نری بیعت کرکے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں غلطی کرتے ہیں انکو نفس نے دھوکا دیا ہے دیکھو طبیب تیس درم تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانیوالا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رجوع کرنیوالوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑجاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے اور اسکے غیر میں فرقان رکھدیتا ہے اور پھر اُسکو ہر ایک تنگی سے نجات دیتا ہے۔ نہ صرف نجات بلکہ یرزقہ من حیث لا یحتسب پس یاد رکھو جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اُسکو مشکلات سے رہائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہوجاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اسکی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا یہ دن خدا تعالیٰ کے روزہ کے ہیں انکو غنیمت سمجھو اس سے پہلے کہ وہ اپنا نمونہ دکھاوے تم اس سے صلح کرو۔ اور پاک تبدیلی کرلو۔ جنوری کا مہینہ باقی ہے فروری میں پھر وہی سلسلہ شروع ہونیوالا ہے۔ ایسی بلاؤں کا باعث خدا کی تکذیب ہوتی ہے اس لیے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوسکتا۔ بعض صحابہ بھی اس مرض سے مرے ہیں لیکن وہ شہید ہوئے جیسے لڑائیاں جو دشمنوں کی ہلاکت کا موجب تھیں انہیں مرنے والے صحابہ بھی شہید ہوئے تھے۔ جو نیک آدمی مرجاتا ہے اُسکو بشارت اور شہادت ملتی ہے جو بد آدمی مرتا ہے اُسکا انجام جہنم ہے۔ جو شخص نیکیوں میں ترقی کرتا اور خدا سے پناہ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو بچالیتا ہے دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش واللہ اعلم پیغمبر گذرے ہیں مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہیں سے کوئی طاعون سے بھی ہلاک ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ بلا بھی مامور ہوتی ہے اور خدا کے حکم سے نازل ہوتی ہے اسکی مجال نہیں کہ بلا حکم کوئی کام کرے +

یہاں حضرت نے ہاتھی والی رؤیا سنائی جو کئی مرتبہ شائع ہوئی۔

پھر **فرمایا** اگرچہ آجکل کسیقدر امن ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ وہ وقت خطرناک زور کا قریب ہے اسلیے ہماری جماعت کو ڈرنا چاہیے اگر کسی میں تقویٰ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے چاہتا ہے تو وہ بچایا جاوے گا اس سلسلہ کو خدا نے تقویٰ ہی کے لیے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان بالکل خالی ہے۔ پس جو متقی بنیں گے انکو معجزہ کے طور پر بچایا جاوے گا۔

عرب صاحب نے پوچھا کہ جو لوگ حضور کو برا نہیں کہتے اور آپ کی دعوت کو نہیں سنا وہ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اُسنے ہماری دعوت سنی ہو یا نہ سنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔

اسوقت تقویٰ عنقا یا کبریت کیطرح ہوگیا ہے۔ کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ ملونی ملی ہوئی ہے۔ اب خدا چاہتا ہے کہ اس ملونی کو جلا کر خلوص پیدا کرے۔ اسوقت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نمونہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا خدا تعالیٰ کی وحی پر ایمان تھا اور اب عرفان کی حالت پیدا ہوگئی ہے جو جا ہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے

۴ر جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

حالات متعلقہ طاعون ہی پر سلسلہ کلام جاری رہا۔ اور اسی کے حسب حال نصائح فرماتے رہے جن کا بہت بڑا حصہ گذشتہ شب کی تقریر کا ماحصل تھا۔

البتہ اس سوال پر کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غریب آدمی پہلے مرتے ہیں بڑے دولتمند بچے ہوئے ہیں فرمایا اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سنت اسی ایسی ہی رکھی ہے نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہی فرمایا ہے مکہ میں قحط پڑا ابوجہل وغیرہ آرام سے گذارتے تھے۔ ابتدا میں [illegible] لوگوں کو لگتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ گناہوں کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے۔

جہلم جانے کے متعلق اس امر کے جواب میں کہ لوگوں کا ہجوم ہوگا فرمایا میں بالطبع زیادہ انبوہ کو پسند نہیں کرتا۔ اشاعت کا طریق جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رکھا ہے وہی درست طریق ہے یہاں پر ہر طبقہ کے لوگ چلے آتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں اور خطوط کے ذریعہ بھی سلسلہ جاری ہی ہے۔

وصیت ابراہیم

یہ ایک خطبہ کا مضمون ہے جو جمعۃ الوداع میں حضرۃ مولانا مولوی نورالدین صاحب حکیم الامۃ نے پڑھا۔ اور ایڈیٹر الحکم نے ناظرین الحکم کے لیے اپنی طرز پر لکھا۔ ایڈیٹر

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ الی آخرہ

البقرۃ ع۔ ۱۶ رکوع پارہ اول۔

ان آیتوں میں ان کلمات شریف میں اللہ تعالیٰ ایک شخص کی راہ پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے اور وہ انسان اس قسم کا ہے جسکو ہر مذہب و ملت کے لوگ عموماً یا غالباً عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ کون ہے؟ ابوالانبیا حنفا کا باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یہ ابراہیم وہ ہے جسکی نسبت اس سے پہلے فرمایا وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ کہ جب ابراہیم کو اسکے رب نے چند باتوں کے بدلے انعام دینا چاہا تو اس نے انکو پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ جب انسان کو سچے علوم عطا کرتا ہے اور اسکا ان علوم کے مطابق عملدرآمد ہو پھر اس میں وہ قوت مقناطیسی پیدا ہو جاتی ہے اور نیکیوں کا نمونہ ہو کر وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ درجہ اسکو تب ملتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ ہو اور اسکی فرمانبرداری میں ایسا ثابت قدم اور مستقل مزاج ہو کہ رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں بأساء میں ضراء میں غرض ہر حالت میں قدم آگے بڑھانے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی وفاداری میں چست ہو۔ اسکو حاجتیں آتی ہیں مگر وہ اسکے ایمان کو ہر حال میں بڑھانے والی ہوتی ہیں کیونکہ بعض وقت حاجت پیش آتی ہے تو دعا کا دروازہ اسپر کھلتا ہے اور توجہ الی اللہ اور تضرع الی اللہ کے دروازے اسپر کھلتے ہیں اور اسطرح وہ حاجتیں خواہ مال و جان کی ہوں۔ عزت و آبرو کی ہوں غرض دنیا کی ہوں یا دین کی اسکے تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب وہ دعائیں کرتا ہے اور ایک سوز و رقت اور دلگدازی طبیعت سے بابُ اللہ پر گرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کامیاب ہو جاتا ہے تو باب شکر اسپر کھلتا ہے اور پھر وہ سچا شکر بجا لا کر ازدیاد نعمت کا وارث ہوتا ہے جو ثمرات شکر میں ہیں اور اگر کسی وقت بظاہر ناکامی ہوتی ہے تو پھر صبر کے دروازے اسپر کھلتے ہیں اور رضا بالقضا کے ثمرات لینے کو طیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ حاجتیں جب کسی بدبخت انسان کو آتی ہیں اور وہ مالی۔ جانی یا اور مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو یہ حاجتیں اور بھی اسکی دوری و مہجوری کا باعث ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بیقرار مضطرب ہو کر قلق کرتا اور ناامید اور مایوس ہو کر مخلوق کے دروازے پر گرتا ہے اسوقت اللہ تعالیٰ سے ایسا بیگانہ اور ناآشنا ہوتا ہے کہ ہر قسم کے فریب و دغا سے کام لینا چاہتا ہے اگر کبھی کامیاب ہو جاوے تو اسکو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ذکر اور اسکی حمد و ستایش کا موقع نہیں ملتا۔ بلکہ وہ اپنی کرتوتوں اور فریب و دغا اور چالبازیوں کی تعریف کرتا اور عجب و تکبر میں ترقی کرتا اور اپنی حیل و تجاویز پر معجب و نازاں کرتا ہے۔ اگر ناکام ہوتا ہے تو رضا بالقضا کے بدلے اسکی مقادیر کو کوستا اور بری نگاہ سے دیکھتا اور پورے گلہ شکوہ کرتا ہے۔ غرض یہ حاجتیں تو سب کو ہیں اور انبیاء اولیاء و صدیقوں اور تمام منعم علیہ گروہ کے لیے بھی مقدر ہوتی ہیں مگر سعید الفطرۃ کے لیے وہ تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں اور اسکو مزید انعامات کا وارث بنا دیتی ہیں اور شقی مضطرب ہو کر قلق کرتا ہے اور ناکام ہو کر سخط علی اللہ کر بیٹھتا ہے۔ کامیابی پر وہ مبتلائی الشرک ہو جاتے ہیں اور ناکامی پر مایوس۔

مشکلات اور حوائج کیوں آتے ہیں؟ اس میں باریک در باریک مصالح الٰہیہ ہوتے ہیں

کیونکہ مشکلات بین وسائط کا مہیا کرنا تو
ضروری ہوتا ہے اسکے پتہ لگ سکتا ہے
کہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ کا
ثواب لینا بھی ایسی محنت اور پھر ان میں یہ حکمت
ہوتی ہے کہ ان خدمات کے ثمرات ساعی کے
ان کی فکر اور محنت پر اللہ تعالیٰ کو انعام
دینا منظور ہوتا ہے۔ اور مطہر وجود وسنن
الٰہی باطل ہوتے ہیں۔ اور نہ سلسلہ علم الٰہی
کا باطل ہوتا ہے۔
غرض سچا اور پکا مومن وہ ہوتا ہے جیسا کہ
حضرت امام نے شرائط بیعت میں لکھا ہے کہ رنج میں
راحت میں عسر میں یسر میں قدم آگے بڑھاوے
اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان امور کا پیش
آنا ضروری ہے تو ہر ایک حالت میں فرمانبرداری
انسان کو چاہیے کہ ترقی کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ
کی طرف توجہ کرے تا کامیابی کی راہیں اسے
مل جاویں۔ اور یہ ساری باتیں ابراہیمی ملّۃ
کے اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔
ابراہیمی ملۃ کیا ہے یہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو کہا
اَسْلِمْ تو فرمانبردار ہو جا۔ انھوں نے کچھ
نہیں پوچھا یہی کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اسلام کسی دعوے کا نام نہیں۔ بلکہ
اسلام یہ ہے کہ اپنی اصلاح کرکے سچا مومن بنے
صلح و آشتی سے کام لے فرمانبردار ہو سارے
اعضا قلب و زبان جوارح اعمال و اموال
انقیاد الٰہی میں لگ جاویں۔ منہ سے مسلمان
کہلا لینا آسان ہے۔ شرک حرص طمع اور
جھوٹ سے گریز نہیں زنا چوری غفلت
اور کینہ پروری ایذا رسانی سے دریغ نہیں
پھر کہتا ہے میں فرمانبردار ہوں۔ یہ دعویٰ
غلط ہے۔ کیسا عجیب زمانہ تھا جب یہ دعویٰ
کہ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ نَحْنُ
لَهٗ عَابِدُوْنَ۔ علی رؤس الاشہاد
کہہ جاتے تھے ایسے پاک دعوؤں کیطرح مومن بننا چاہیے
جن کی تصدیق میں خدا نے بھی فرمایا کہ
ہاں سچ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے مخلص عابد
ہیں۔ مومن کو اسلمت کہنے کے ساتھ ہی اسلمت
کہنے کے لیے طیار رہنا چاہیے۔ یہی نکتہ
معرفت کا ہے جو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔
اور یہی کہ نہ سمجھو کیونکہ سے فَرِحُوْا
بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ کے مصداق
ہو جاتے ہیں بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں

کہ ہم مدارج تحقیقات پر پہونچے ہوئے ہیں
اس غلط خیال نے بہت بڑا نقصان
پہونچایا ہے۔ اسی سے مشرکوں نے مثلاً
کہا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا۔
غرض ایک راستباز کی شناخت کے لیے بھی
کوئی مشکل یہود یا نصاریٰ یا منکرین امام
آتی اگر وہ سمجھتے کہ پاک رسول نے کیا کہا
کیا

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

انکو کہدو کہ میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا
نئے رسول کے لیے مشکلات ہوتی ہیں لیکن
جس سے پہلے اور رسول اور نواب اور
ملوک اور راستباز گذر چکے ہیں اسکو کوئی
مشکلات نہیں ہوتی جن ذرائع سے پہلے
راستبازوں کو شناخت کیا ہے وہی ذریعے انکی
شناخت کے لیے کافی اور حجت ہیں۔ تعلیم
میں مقابلہ کرے اس کا چال چلن دیکھے کہ پہلے
راستبازوں جیسا ہے یا نہیں دشمن کو
دیکھے کہ اسی رنگ کے ہیں یا نہیں۔
آدمی کو ایک آسان راستہ نظر آتا ہے مگر
خدا کے فضل سے مجھے محض اسی کے فضل سے
اس آیت کے قل ما کنت بدعا من
الرسل کے بعد راستباز کی شناخت میں
کوئی مشکل نہیں پڑی۔
غرض بات یہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے بغیر سمجھ میں
نہیں آسکتی اور تعلیم الٰہی کے لیے اللہ تعالیٰ
نے اپنا یہ قانون ٹھہرایا ہے۔
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

میں پھر کہتا ہوں کہ ملت ابراہیم بڑی
عجیب راحت بخش چیز ہے وہ ملت وہ سیرۃ
کیا ہے؟ اَسْلِمْ فرمانبردار ہو کر جلدی قال
اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
پھر اس ملت اور سیرۃ کو چونکہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے شفا بخش رحمت اور نور
پایا تھا اس لیے نہ صرف اپنے ہی لیے اسکو
پسند کیا بلکہ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ الآیۃ
اسی سیرۃ اور ملت کی ابراہیم نے اپنی اولاد
کو وصیت کی۔ ایک دانا انسان اولاد
کے لیے کوئی عمدہ سامان چیز نہیں چاہتا
سکا ہونین ان کیلئے مضبوطی۔ خوبصورتی
اور دیگر لوازم کی کیسی سعی کرتا ہے
اور کیوں؟ اولاد کی بہتری کے خیال سے

یہ انسانی فطرۃ ہے کہ وہ اولاد کی بہتری
چاہتا ہے پھر ابراہیم جیسا اولوالعزم
حبیب انسان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے
فرمایا اَلَّذِیْ وَفّٰی اس نے اپنی اولاد
کے لیے کیا خواہش کی ہوگی؟ اور وہ خواہش
اس وصیت ابراہیمی سے ملتی ہے اور اس
دعا سے اس کا پتہ ملتا ہے جو انھوں نے
کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ الآیہ اس وصیت پر غور کرکے
ہمیں اندازہ کرنا چاہیے کہ ہم اپنی اولاد
کے لیے کیا خواہش کرتے اور کیا ارادہ
رکھتے ہیں۔ الغرض یہی باتیں تھیں یعنی
اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہونا اور اس کے
احکام پر کاربند ہونا اسی کی وصیت اپنی
اولاد کو کی اور اس کے پوتے کے بیٹے
کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق
کی یہی ملۃ تھی ... اب تم سب
اپنے اندر ہی اندر سوچو کہ کیا خواہش اور
ارادے ہیں۔ جیسے ایک شخص کو کہا کہ قرآن
پڑھا کرو اس نے کہا کہ میری شان کے
موافق کوئی قرآن مجھے دیدو۔ میری سمجھ میں
آیا کہ کیوں اس نے قرآن پر خرچ کرنے سے
مضائقہ کیا۔ علی العموم لوگ یہی چاہتے
ہیں کہ قرآن مفت مل جاوے اور اخراجات
میں خواہ کسی قدر بھی روپیہ خرچ کریں اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کیطرف توجہ
ہی نہیں۔ دیکھو ہمارے امام کو الہام
ہو چکا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان
لاتا ہوں جیسا کہ سورج کے ہونے سورج
کے وجود پر۔ وہ کہتا ہے کہ جنکی خواہش
اور محبت قرآن کریم سے نہ ہوگی انکی اولاد
گندہ خراب وحشتہ ہو۔ اب تم سب
اپنی اپنی جگہ دیکھو کہ بیاہ شادی اور معاشرت
کے وقت کیا کیا خواہشیں ہوتی ہیں۔ ایک
طرف انکو رکھو اور دوسری طرف اس پیغام
الٰہی پر غور کرو۔ جو امام کی معرفت ملا ہے۔
پھر ابراہیم کا پوتا یعقوب اپنی اولاد
کو مخاطب کرکے کہتا ہے یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى الآیہ اے میری اولاد اللہ تعالیٰ
نے تمھارے لیے ایک دین برگزیدہ کیا ہے
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔
پس تمکو تاکید کرتا ہوں کہ تمھاری موت نہ آوے

مگر ایسے رنگ میں کہ تم مسلمان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہو۔

انسان کو موت کا وقت معلوم نہیں اور پتہ نہیں اُس وقت حواس درست ہوں یا نہ ہوں اور پھر یہ امر اختیاری نہیں اس لیے یہ عقدہ کسطرح حل ہو۔ ایک صحیح حدیث نے اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب عمل کرتا ہے تو فرشتے اُس کے اعمال کو لکھتے جاتے ہیں سعادۃ کے اعمال بھی اور شقاوۃ کے اعمال بھی اور موت کے قریب اُنکی میزان کی جاتی ہے اور پھر وہ مقادیر الٰہیہ سبقت کرتی ہیں اگر وہ لوگوں کی نظر میں نیک تھا پر اللہ سے معاملہ صاف نہیں یا اللہ سے معاملہ صاف ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں نہیں تو وہ کتاب باعث ہوتی ہے کہ اُسکا خاتمہ اللہ کی رضا یا سخط پر جیسی صورۃ ہو ہو۔ پس ہر روز اپنے اعمال کا محاسبہ چاہیے + ایک صحابی نے ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ جاہلیت میں ہمنے کچھ صدقات کیے تھے کیا وہ بابرکات ہوں گے؟ ارشاد ہوا کہ **اسلمت ما اسلفت** یہ اسلام اُنکی ہی برکۃ سے تجھے نصیب ہوا ہے۔ موت علی الاسلام اسطرح نصیب ہو سکتی ہے کہ انسان ہر روز محاسبہ کرتا رہے اور اللہ سے اپنا معاملہ صاف کرے۔ اگر تعلقات صحیحہ نہ ہوں تو توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ ام کنتم شہداء الآیۃ تم تو موجود تھے تمھارے اسلاف گواہی دیتے ہیں کہ یعقوبؑ نے آخر وقت کیا ارشاد کیا کس کی اطاعت کرو گے؟ انھوں نے کہا **نعبد الٰھک** ہم اللہ کے فرمانبردار ہوں گے جو تمھارا اور حق اور ابراہیم کا معبود تھا اور وہ ایک تھا **ونحن لہ مسلمون** ہمیشہ اُسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ پس یہ حق وصیت کا ہے اور تمام وعظوں کا خلاصہ اور اصل مقصد یہی ہے جو تمھارے سامنے پیش کیا ہے اور یہ وصیت ہے جس غرض کی

جو ابوالانبیا اور ابوالحنفا ہے۔

اور اسی کی وصیت کو میں نے تمھارے سامنے پیش کیا ہے پس تم اپنے کھانے پینے۔ باہمی دوستی محبت **رنج راحت عسر یسر** افلاس دولتمندی **صحت اور مرض** تعلقات وتمتع میں اس اصول کو مدنظر رکھو کہ اللہ کی فرمانبرداری سے کوئی قدم باہر نہ ہو پس یہ وصیت تمام وصیتوں کی ماں ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے کہ ہر حال میں سمجھیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مدنظر ہو اور یہ ہو نہیں سکتی جب اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہو اور یہ بھی بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کو بڑا بناتا ہے اور اُسکو برگزیدہ کرتا ہے مگر اس کی مخالفت کرتا اور اس سے انکار کرتا ہے یہ یہودیوں نے اسی قسم کا دعویٰ کیا ہے جو وہ رسالۃ ونبوۃ کے منکر ہیں۔ یہ بغاوت ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ مطاع ہو اور وہ گویا ارادہ الٰہی کا دشمن اور باغی ہے

پس اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کرو۔ علوم پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو رنج میں راحت میں اور عسر یسر میں قدم آگے بڑھاؤ۔

خطبہ ثانی

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیۃ

اس آیۃ میں بڑے حکم ہیں۔ پہلا حکم عدل کا ہے ایک عدل وانصاف بندوں کے ساتھ ہے دیکھو ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے دغا فریب کرے یا ہمارا نوکر ہو تو وہ ہماری خلاف ورزی کرے پس ہمکو بھی لازم ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ نارواہ تعلق رکھتے ہیں تو اپنے مخدوم ومحسن کی خلاف ورزی نہ کریں اپنے فرائض منصبی کو ادا کریں اور کسی سے کسی قسم کا مکروفریب اور دغا نہ کریں۔ یہی عدل ہے۔ ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند۔

یہ عدل باہم مخلوق کے ساتھ ہے۔ اور پھر جیسے ہم اپنے محسنوں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو محسنوں کا محسن اور مربیوں کا مربی اور **رب العالمین** ہے اُس کے ساتھ معاملہ کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں

اور اُسکا ند اور مقابل تجویز نہ کریں۔

اس کے بعد دوسرا حکم احسان کا ہے مخلوق کے ساتھ یہ کہ نیکی کے بدلے نیکی کرتے ہیں اس سے بڑھ کر سلوک کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ احسان یہ ہے کہ عبادۃ کے وقت ہماری یہ حالت ہو کہ ہم گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اگر اس مقام تک نہ پہنچو تو یقین ہو کہ وہ ہمکو دیکھتا ہے۔

پھر تیسرا حکم ایتاء ذی القربیٰ کا ہے ذی القربیٰ کے ساتھ تعلق اور سلوک انسان کا فطرتی کام ہے جیسے ماں باپ بھائی بہن کے لیے اپنے دل میں جوش پاتا ہے اسی طرح اللہ کی فرمانبرداری میں متوالا ہو۔ کوئی غرض مدنظر نہ ہو۔ گویا محبت ذاتی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہو۔

پھر چوتھا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے ہر قسم کی بے حیائیوں نافرمانیوں اور دوسرے کو دُکھ دینے والی باتوں سے اور ان بغاوتوں سے جو اللہ جل شانہ۔ یا حکام یا بزرگوں سے ہوں اور آخر میں یہ ہے **یعظکم لعلکم تذکرون** اللہ تعالیٰ تمھیں وعظ کرتا ہے غرض اور منشاء الٰہی یہ ہے کہ تم اسکو یاد رکھو دو قسم کے وعظ ہوتے ہیں اور دو ہی قسم کے سُننے والے۔ وعظ کی دو قسمیں تو یہ ہیں کہ کچھ پیسے ملجاویں اور یا مدح سرائی ہو کہ عمدہ بولنے والا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے وعظ میں یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ وہ محض نصح کے لیے کہتا ہے جو کہتا ہے اور سُننے والوں میں سے ایک قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جنکو اسوقت کچھ مزہ آتا ہے اور پھر یاد کچھ نہیں رہتا دوسرے بالکل کورے کا رے ہوتے ہیں پس تم اس قسم کے سُننے والے نہ بنو بلکہ وعظ کی اس غرض کو ملحوظ رکھو **لعلکم تذکرون** اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے آمین

الدین

عید الفطر کی نماز کے بعد حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کو ہم اس عنوان کے تحت میں درج کرتے ہیں بجولہ و بقوتہ (ایڈیٹر)

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

دین کے معاملہ میں جبر نہیں وہ کھلی چیز ہے رشد اور غی الگ الگ چیزیں ہیں رشد کے اختیار کرنے اور غی کے چھوڑنے میں کسی اکراہ کی ضرورت نہیں۔ اس آیت میں تین لفظ ہیں دین۔ رشد اور غی

الدین اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو دین کی توضیح اور تفسیر فرمائی ہے وہ یہ ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ تعالیٰ کے حضور دین کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے؟ **الاسلام**! اپنی ساری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ اللہ کا فرمانبردار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو لے اور اسپر روح اور راستی سے عملدرآمد کرے۔ **دین** کے متعلق جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سوال کیا ہے اور آپ ہم نے صحابہ کرام کو بلکہ ہم کو آگاہ کیا ہے کہ یہ جبرئیل تھا آیا کہ **لیعلمکم دینکم** پس دین کی حقیقت اور اسکا صحیح اور سچا مفہوم وہ ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت بیان فرمایا۔ **الاسلام** کے معنے یہ ہیں منہ رکھ دینا۔ جان سے دل سے اخلاص سے مال سے غرض ہر پہلو اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کرنا۔

دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں عطا فرمائی ہیں جنکے ذریعہ ہم اس کی کامل اطاعت۔ فرمانبرداری اور وفاداری کا اظہار کر سکتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ اللہ ہی اندر قویٰ پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ اور ان کو الہی فرمانبرداری میں لگا سکتے ہیں۔ غرض دین کی اصل حقیقت جو قرآن شریف نے بتائی ہے وہ مختصر الفاظ میں کامل وفاداری۔ سچی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

الدین کی اصل غرض

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے توسط سے جو کچھ صحابہ کو اور ہم کو سکھایا ہے وہ ان سوالات میں بیان ہوا ہے جو صحابہ کی موجودگی میں جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے اور جنکی اصل غرض **لیعلمکم دینکم** تھی۔ ان میں سے پہلا یہ ہے **ما الایمان**؟ یا رسول اللہ ایمان کس چیز کا نام ہے؟ فرمایا **ان تؤمن باللہ**۔ ایمان کی عظیم الشان اور پہلی جزو ایمان باللہ ہے۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ ایمان کا سرچشمہ اور اسکی ابتدا اللہ پر یقین کرنے سے شروع ہوتی ہے

ایمان باللہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالےٰ کو جمیع صفات کاملہ سے موصوف اور تمام محامد اور اسماء حسنیٰ کا مجموعہ اور سمی اور تمام بدیوں اور نقائص سے منزہ یقین کرنا۔ اور اسکے سوا کسی شے سے کوئی امید و بیم نہ رکھنا اور کسی کو اسکا ند اور شریک نہ ماننا یہ **ایمان باللہ** ہے۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کو ان صفات سے موصوف یقین کرتا ہے تو ایسے خدا سے وہی قرب اور تعلق پیدا کر سکتا ہے جو خوبیوں سے موصوف اور بدیوں سے پاک ہوگا۔ پس جس جس قدر انسان فضائل کو حاصل کرتا اور رذائل کو ترک کرتا ہے اسیقدر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے قرب کے مدارج اور مراتب کو بڑھاتا اور اللہ تعالےٰ کی ولایت میں آتا جاتا ہے۔ کیونکہ پاک کو گندے کے ساتھ قرب کی نسبت نہیں ہو سکتی اور جوں جوں رذائل کی طرف جھکتا اور فضائل سے ہٹتا ہے اسیقدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم ہو کر اس کے فیضان ولایت سے دور اور مہجور ہوتا جاتا ہے۔

یہ ایک قابل غور اصل ہے اور اسکو کبھی بھی ہاتھ سے دینا نہیں چاہیئے۔ صفات الہی پر غور کرو۔ اور وہی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ **قرب الہی** کی راہ قریب ہوتی جائیگی۔ اور اسکی قدوسیت اور سبحانیت تمہاری پاکیزگی اور طہارت کو اپنی طرف جذب کریگی۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جو خود ناپاک اور گندی نیت رکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ کیوں ہمکو قرب الہی حاصل نہیں ہوتا؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ ایسے لوگوں کو قرب الہی کیونکر حاصل ہو۔ جو اپنے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا نہیں کرتے قدوس خدا ایک ناپاک انسان سے کیسے تعلق پیدا کرے؟

ایمان بالملائکہ کی اصل غرض

ایمان باللہ کے بعد دوسری جزو ایمان کی ایمان بالملائکہ ہے۔ ایمان بالملائکہ کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے یوں سمجھ دی ہے کہ انسان کے دل پر ہر وقت ملک اور شیطان نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ امر ایسا واضح اور صاف ہے کہ اگر غور کرنے والی فطرت اور طبیعت رکھنے والا انسان ہو تو بہت جلد اسکو سمجھ لیتا ہے بلکہ موٹی عقل کے آدمی بھی معلوم کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح پر کہ بعض وقت یکایک بیٹھے بٹھائے انسان کے دل میں نیکی کی تحریک ہوتی ہے یہاں تک کہ ایسے وقت بھی تحریک ہو جاتی ہے جبکہ وہ کسی بڑی بدی اور بدکاری میں مصروف ہو۔ میں نے ان امور پر مدتوں غور کی اور سوچا ہے اور ہر ایک شخص اپنے دل کی مختلف کیفیتوں اور حالتوں سے آگاہ ہے وہ دیکھتا ہے کہ کبھی اندر ہی اندر کسی خطرناک بدی کی تحریک ہو رہی ہے اور پھر محسوس کرتا ہے کہ معاً دل میں رقت اور نیکی کی تحریک کا اثر پاتا ہے یہ تحریکات نیک یا بد جو ہوتی ہیں بدون کسی محرک کے تو ہو نہیں سکتی ہیں پس یہ وہی بات ہی جو میں نے ابھی کہی ہے کہ انسان کے دل کی طرف ملائکہ اور شیاطین نظر رکھتے ہیں۔ پس ایمان بالملائکہ کی اصل غرض یہ ہے کہ ہر نیکی کی تحریک پر جو ملائکہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کبھی کسل و کاہلی سے کام نہ لے اور فوراً اسپر عمل کرنے کو طیار ہو جائے اور توجہ کرے اگر ایسا نہ کریگا تو **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ** کا مصداق ہو کر پھر نیکی کی توفیق سے بتدریج محروم ہو جائے گا۔

یہ پکی بات ہے کہ جب انسان نیکی کی تحریکوں کو ضائع کرتا ہے تو پھر وہ وقت۔

وقت مغفرت اور موقع نہیں ملتا۔ اگر انسان
اسوقت متوجہ ہو جاوے تو معاً نیک خیال
کی تحریک ہوتی ہے چونکہ اس خواہش کا
محرک محض فضل الٰہی سے متلک ہوتا ہے
جب انسان اسکی تحریک پر کاربند ہوتا
ہے تو پھر اس فرشتہ اور اسکی جماعت کا
تعلق بڑھتا ہے اور پھر اس جماعت سے
اعلیٰ ملائکہ کا تعلق بڑھنے لگتا ہے یہانتک
کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں صاف آیا ہے کہ جب
اللہ تعالیٰ کسی سے پیار کرتا ہے تو جبرئیل کو
آگاہ کرتا ہے تو وہ جبرئیل اور اسکی جماعت
کا محبوب ہوتا ہے اسیطرح پھر درجہ بدرجہ وہ
محبوب اور مقبول ہوتا جاتا ہے یہانتک
کہ وہ زمین میں مقبول ہو جاتا ہے۔ یہ
حدیث اصل اور راز کی حل کرنیوالی
ہے جو میں نے بیان کیا ہے ایمان بالملائکہ
کی حقیقت پر غور نہیں کی گئی اور اسکو ایک
معمولی بات سمجھ لیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ
ملائکہ کی پاک تحریکوں پر کاربند ہونے سے
نیکیوں میں ترقی ہوتی ہے یہانتک کہ انسان
اللہ تعالیٰ کا **قرب** اور دنیا میں **قبول**
حاصل کرتا ہے اسیطرح پر جیسے نیکیوں کی
تحریک ہوتی ہے میں نے کہا ہے کہ بدیوں کی
بھی تحریک ہوتی ہے اگر انسان اسوقت تعوذ
استغفار سے کام نہ لے دعائیں نہ مانگے لاحول
نہ پڑھے تو بدی کی تحریک اپنا اثر کرتی ہے
اور بدیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے پس جیسے
یہ ضروری ہے کہ ہر نیک تحریک کے ہوتے
ہی اسپر کاربند ہونے کی سعی کرے اور سستی
اور کاہلی سے کام نہ لے یہ بھی ضروری ہے
کہ ہر بد تحریک پر فی الفور استغفار کرے لاحول
پڑھے۔ درود شریف اور سورۃ فاتحہ پڑھے
اور دعائیں مانگے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایمان
باللہ کے بعد ایمان بالملائکہ کو کیوں رکھا ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ ساری سچائیوں اور پاکیزگیوں
کا سرچشمہ تو جناب الٰہی ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ
کے پاک ارادے ملائکہ پر جلوہ گری کرتے
ہیں اور ملائکہ سے پاک تحریکیں ہوتی ہیں۔
ان نیکی کی تحریکوں کا ذریعہ دوسرے درجہ
پر چونکہ ملائکہ ہیں اس لئے ایمان باللہ کے
بعد اسکو رکھا۔

ملائکہ کے وجود پر زیادہ بحث کی اسوقت
حاجت نہیں یہ تحریکیں ہی ملائکہ کے وجود کو
ثابت کر رہی ہیں اس کے علاوہ لاکھوں لاکھ
مخلوق الٰہی ایسی ہے جسکا ہم کو علم ہی نہیں اور
انپر ایمان لانے کا ہم کو حکم ہے اس کے بعد
تیسرا جزو ایمان کا **ایمان بالکتب** ہے
براہ راست مکالمہ اول فضل ہے پھر ملائکہ
کی تحریک پر عمل کرنا اسکے قرب کو بڑھاتا ہے انکے
بعد کتاب اللہ کے ماننے کا مرتبہ ہے کتاب اللہ
پر ایمان بھی اللہ کے فضل اور ملائکہ ہی کی
تحریک سے ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا
جو سچے ایمان کا مفہوم اصلی ہے چاہتا ہے
محنت اور جہاد۔ چنانچہ فرمایا **والذین
جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** یعنی
جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ اور کشش کرتے ہیں
ہم انپر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ یہ کیسی سچی اور
صاف بات ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ
کیوں اختلاف کے وقت انسان مجاہدات سے
کام نہیں لیتا۔

کیوں ایسے وقت انسان دبدھا اور تردد
میں پڑتا ہے اور جب یہ دیکھتا ہے کہ ایک کچھ
فتویٰ دیتا ہے اور دوسرا کچھ تو وہ گھبرا جاتا اور
کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کاش وہ **جاھدوا
فینا** کا پابند ہوتا تو اسپر سچائی کی اصل حقیقت
کھل جاتی۔ مجاہدہ کے ساتھ ایک اور شرط بھی
ہے وہ تقویٰ کی شرط ہے۔ تقویٰ کلام اللہ
کے لئے معلم کا کام دیتا ہے

واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ

اللہ کی تعلیم تقویٰ پر منحصر ہے اور اسکی راہ کا
حصول جہاد پر ہے۔ جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ
میں سعی اور کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں
سعی اور جہاد اور تقویٰ اللہ سے روکنے والی

ترقیات کا مانع ایک خطرناک غلطی ہے

جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ
ہے **فرحوا بما عندھم من العلم** کسی قسم کا
علم جو انسان کو ہو وہ اسپر ناز کرکے اسی کو اپنے
لئے کافی اور راحت بخش سمجھے تو وہ سچے علوم اور
انکے نتائج سے محروم رہ جاتا ہے۔ خواہ کسی قسم کا
علم ہو۔ وجدان کا۔ سائنس کا۔ صرف و نحو
یا کلام یا اور علوم غرض کچھ ہی ہو انسان جب
انکو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے تو ترقیوں کی پیاس
مٹ جاتی ہے اور محروم رہتا ہے۔

راستباز انسان کی پیاس سچائی سے
کبھی نہیں بجھ سکتی بلکہ ہر وقت بڑھتی
ہے اسکا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ
ایک کامل انسان **اعلم باللہ۔ اتقی للہ
اخشی للہ** جسکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے علوم۔ معرفتیں
سچے بیان اور عمل در آمد میں کامل تھا اس سے
بڑھ کر اعلم۔ اتقی اور اخشی کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی
اس امام المتقین اور امام العالمین کو یہ
حکم ہوتا ہے **قل رب زدنی علما**
اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ سچائی کے
لئے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور یقین کی
راہوں اور علوم حقہ کے لئے اسی قدر پیاس
انسان میں بڑھے گی جسقدر وہ نیکیوں اور
تقویٰ میں ترقی کرے گا جو انسان اپنے اندر
اس پیاس کو بجھا ہوا محسوس کرے اور **فرحوا
بما عندھم من العلم** کے آثار پائے
اسکو استغفار اور دعا کرنی چاہئے کہ وہ خطرناک
مرض میں مبتلا ہے جو اسکے لئے یقین اور
معرفت کی راہوں کو روکنے والی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں بے انت
اور اسکے مراتب و درجات بے انتہا ہیں پھر
مومن کیونکر مستغنی ہو سکتا ہے۔ اس لئے
اسے واجب ہے کہ اللہ کے فضل کا طالب اور
ملائکہ کی پاک تحریکوں کا متبع ہو کر کتاب اللہ
کے سمجھنے میں چست و چالاک ہو۔ اور سعی اور
مجاہدہ کرے تقویٰ اختیار کرے تا سچے علوم کے
دروازے اسپر کھلیں۔

غرض کتاب اللہ پر ایمان تب پیدا ہوگا
جب اس کا علم ہو اور علم تب حاصل ہوگا جب مجاہدہ اور تقویٰ
ہو اور **فرحوا بما عندھم من العلم**
سے الگ ہونے پر۔

ایمان بالرسول

اس کے بعد چوتھا رکن ایمان کا
ایمان بالرسول ہے۔ بہت
سے لوگ ایسے موجود ہیں جو یہ کہتے
ہیں کہ ہمارے پاس ڈھیروں ڈھیر
کتابیں ہیں پرانے لوگوں کی یادداشتیں
ہیں ہم نیکی اور بدی کو سمجھتے ہیں کسی ملہم
و مرسل کی کیا ضرورت ہے؟

(باقی آئندہ)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق خبریں اور اطلاعیں

حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے کامل فضل و کرم سے تندرست ہیں۔

آپ کے اہل بیت اور صحابہ کبار بھی خدا کے فضل سے ہر طرح بخیریت ہیں و الحمد علیٰ ذالک۔

حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب دو چار روز کے لیے لاہور تشریف لے گئے تھے بالخیر واپس قادیان تشریف لے آئے۔

آج جہلم میں مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ کی پیشی ہے۔ مفصل حالات پھر۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے ایک قدیم دوست کے ہمراہ ہفتہ زیر اشاعت میں پولیس کے دو تین آدمی ساتھ لیکر قادیان آئے اور احمدیہ مسجد میں فروکش ہوئے اور ۱۱؍ جنوری ۱۹۰۳ء کو واپس چلے گئے۔ ان کے آنے اور جانے کی کیفیت بھی ہم اگلی اشاعت میں مفصل تحریر کریں گے۔ جس میں ہم دکھائیں گے کہ ان کے آنیکی کیا غرض تھی۔ اور قادیان میں آکر انہوں نے کیا کیا اور کیا لیکر گئے۔ اس کے ضمن میں وہ خط و کتابت بھی ہم درج کریں گے جو حضرت اقدس سے ہوئی۔

تفسیر القرآن کی ماہوار اشاعت کے متعلق بہت سے خطوط آ رہے ہیں جنہوں نے ہمارے اس ارادہ کو اور بھی مستحکم کر دیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز بہت جلد تفسیر القرآن کے سلسلہ کو پڑھ کر محظوظ

ہوں گے پہلے نمبر کے ان مضامین کی مختصر فہرست جو علاوہ تفسیر القرآن کے ہوں گے ذیل میں دیتے ہیں۔

(۱) کچھ اپنی نسبت (۲) قرآن اپنی نسبت کیا کہتا ہے (۳) قرآن اور حدیث (۴) اصول التفسیر۔ (۵) تفسیر القرآن کا پہلا پارہ۔ امبر بقیہ

نوٹ۔ فہرست علاوہ حصہ تفسیر القرآن کے یہ پانچ مضامین ہوں گے انہیں سے بعض غالباً مسلسل ہوں۔

دوسرے پارہ کے جسقدر اجزا اور طیار ہیں وہ بھی اسی کے ہمراہ روانہ کیے جائیں گے اب تک اس کا ملتوی ہونا ہماری اپنی غفلت یا سستی کا نتیجہ نہیں بلکہ قدرتی اسباب ایسے پیش آتے رہتے ہیں کہ اب تک وہ پورا نہیں ہوا۔ لیکن ہم اس توقف و تعویق کو ضرور مفید سمجھتے ہیں۔ بہرحال پہلا نمبر تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مہینہ کی آخری تاریخ تک شائع ہونے کی توقع کیجاتی ہے۔ بحول و بقوتہ۔

ہمارا سالانہ ارگن ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۳ء سے پہلے بوجہ مصروفیت مقدمہ شروع نہیں ہو سکتا

اردو میگزین

جیسا کہ پہلا اطلاع دیجاچکی ہے کہ میگزین کے نمبر ۱۱-۱۲- جنوری ۱۹۰۳ء کے میگزین کے ہمراہ روانہ ہوں گے مگر خریداران میگزین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر پہلی ہی ترتیب پر میگزین شائع ہوتا تو نمبر ۱۱ - ۲۰ جنوری کو اور نمبر ۱۲ - ۲۰ فروری کو اور جنوری کا میگزین ۲۰ مارچ ۱۹۰۳ء کو علی التواتر شائع ہوتے تو جبکہ جنوری ہی میں تینوں نمبر و کلم یکجائی شائع کرنیکی کوشش کیگئی تھی تو آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تین مہینہ کا کام گویا ایک مہینہ میں کرنا پڑا اور اس پر مقدمہ کی وجہ بعض مصروفیتوں نے مہتمم مطبع کو بجائے خود کئی روز ہفتہ کو اطمینان سے غیر حاضر رکھا اسلیے ان تمام

مجبوریوں کے ہوتے ہوئے ہی میگزین کے تینوں نمبر ہم ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء تک ناظرین تک پہنچا سکیں تو وہ ہمیں معذور رکھیں گے۔

بقیہ خط منظوم بنام پیغام

بیعت

اقبال

عشق نے ایک دن یہ دل سے کہا
بھولی بھٹکوں کی رہ نما ہوں میں
ہوں زمیں پر گذر فلک پہ مری
دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں
علم پلتا ہے میری گودی میں
راز ہستی سے آشنا ہوں میں
رہبری دہر کا ہے کام مرا
رشک خضر خجستہ پا ہوں میں
ہوں مفسر کتاب ہستی کی
مظہر شان کبریا ہوں میں
تو مری ہمسری کرے توبہ
دیدۂ ہمت کی ضیا ہوں میں
بوند اک خون کی ہے تو لیکن
غیرت لعل بے بہا ہوں میں
دل نے سنکر کہا یہ سب سچ ہے
پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں
راز ہستی کو تو سمجھتی ہے
اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
میرے دم سے جہان بنتا ہے
اس اندھیرے میں چاند ہوں میں
ہے تجھے واسطہ نظاہر سے
اور باطن کو دیکھتا ہوں میں
علم تجھ سے تیرے معرفت مجھ سے
تو خدا جو خدا نما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے چینی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
شمع تو محفل صداقت کی
حسن کے بزم کا دیا ہوں میں
گلشن طور میں بہار مری
قطرۂ بحر آشنا ہوں میں
تو ہے وابستہ زمان و مکاں
اور اس قید سے رہا ہوں میں

باقی آئندہ

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمن

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر **میں** تجدید دین کے لیے بھیجا گیا ہوں صفائی سے میں زور سے کہتا ہوں کہ **اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے** اور اس پر ۲۰ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اسقدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے ان لوگوں پر۔ کیونکہ جنہوں نے جو مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ انکو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہونچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لیے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اسکا فرض نہیں ہوتا؟ یا وہ نہیں چاہتا کہ اسکی حفاظت اور دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لیے ہر طرح کوشش کرے۔ باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کیلیے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لیے نئے نئے مصالح طیار ہوتے ہیں اور بجلی سے بچانے کے لیے تاریں لگائی جاتی ہیں یہ امور اس فطرۃ کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لیے انسانوں میں ہے۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ **وہ اپنے دین کی حفاظت کرے**؟ بیشک حفاظت کرتا ہے۔ اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے اب بھی جبکہ ضرورۃ پڑی اسنے

مجھے اسی لیے بھیجا ہے

ہاں یہ امر حفاظت کا مشکوک ہو سکتا یا اس کا انکار ہو سکتا تھا اگر حالات اور ضرورتیں اسکی مؤید نہ ہوتیں۔ مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں اور ان اشتہارات اور دو ورقہ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں جو ہر روزہ اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ انکا [illegible] کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مرتد عیسائیوں نے سید المعصومین صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹھے ان کتابوں سے بھر سکتے ہیں اور اگر انکو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھا جاوے تو وہ کئی میل تک پہونچ جائیں۔

عماد الدین۔ صفدر علی اور ٹھاکر داس وغیرہ نے جیسی تحریریں شائع کی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ عماد الدین کی تحریریں کے خطرناک ہونے کا بعض انصاف پسند عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اسمیں انکی بعض کتابوں پر رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہوگا تو ایسی تحریروں سے ہوگا ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ

اسلام کا کیا بگڑا ہے

اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جنکو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنھوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور انکو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پرواہ نہیں ہاں وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں جنکو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانے کے حالات سے آشنا ہیں انکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت کسی

عظیم الشان مصلح کا وقت ہے

غرض اسوقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں

اول اندرونی شہادۃ

دوم بیرونی شہادۃ

سوم صدی کے سر پر آنیوالے مجدد کی نسبت حدیث صحیح

چہارم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ حفاظت۔

اب پانچویں اور زبردست شہادۃ ہیں اسکو پیش کرتا ہوں اور وہ سورۃ النور میں وعدہ استخلاف ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اس آیت میں استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہونگے اس قرآن شریف میں آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اور آپ مثیل موسیٰ ہونا کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں پس اس مماثلت میں جیسے کما کا لفظ فرمایا گیا ہے ویسے ہی سورہ نور میں **کما** کا لفظ ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے۔ موسوی سلسلہ کا خاتم کہ سلسلہ حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا تھا اور وہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوۃ کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں بھی پیش نہ کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسیٰ کی خو آپ کی امت میں ہو وے جو آپ کی مماثلت میں

معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مثیل موسیٰ موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے۔

حضرۃ مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لیکر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لیکر نہیں آیا

بلکہ قرآن شریف کے احیا کے لیے آیا ہے

اور اس تکمیل کے لیے آیا ہے جو

تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے

تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں اول تکمیل ہدایت دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپ کی آمد اول سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورہ جمعہ میں جو آخرین منہم والی آیت آپ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے طیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے۔ اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اسوقت ہو رہی ہے یہی وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرۃ اور آئے دن نئی نئی باتوں کا پیدا ہونا۔ ڈاکخانوں۔ تار برقیوں۔ ریلوں۔ جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت ان سب نے مل کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ اس سے آپکی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے۔ اور یہ ایسی ہی ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ

میرا ایک کام یہ بھی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کروں۔

غرض یہ عیسوی مماثلت بھی ہے علاوہ بریں حضرۃ عیسیٰ کے زمانہ میں بھی جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہود کی حالت بہت بگڑ گئی تھی اور انجیل اس امر کی شہادۃ دیتی ہے کہ توریت کے احکام انھوں نے چھوڑ دیے تھے بلکہ اس کے بجائے طالمود اور بزرگوں کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اسوقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کے بجائے روایتوں قصوں پر زور مارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کی لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے اسوقت رومی گورنمنٹ تھی اور اسوقت برٹش گورنمنٹ ہے جسکے عدل و انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودھویں صدی میں آئے تھے اور اسوقت بھی یہ چودھویں صدی ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک اور امر بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرۃ مسیح اخلاقی تعلیم پر زیادہ زور دیتے تھے اور یہودی جادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے انھوں نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی۔ **مسیح موعود** کے لیے بھی مقرر تھا کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو دلائل سے سچا ثابت کر کے قائم کرے اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے۔ یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اٹھا دیا جاوے گا کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کریگا۔ اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسے آج کی ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اپنے برکات اور ثمرات کے لحاظ سے موثر اور مفید ہے ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور موثر پایا گیا ہے کیونکہ یہ **زندہ مذہب** ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آنیوالے مسیح کی پیشگوئی فرمائی ساتھ ہی یہ بھی فرمایا یضع الحرب۔ وہ لڑائیوں کو اٹھا دیگا۔ اب ان ساری شہادتوں کو جمع کرو۔

اور بتاؤ کہ کیا اسوقت ضرورۃ نہیں کہ کوئی

آسمانی مرد نازل ہو؟ جب یہ مان لیا گیا کہ صدی پر مجدد آنا ضروری ہے تو اس صدی پر مجدد تو ضرور ہوگا۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت موسیٰ سے ہے تو اس مماثلت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ چودھویں صدی ہی میں موسیٰ کے بعد آیا تھا۔ اور آجکل چودھویں صدی ہے چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند کامل ہوتا ہے اسی کیطرف اللہ نے لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ میں اشارہ کیا ہے یعنی ایک بدر تو وہ تھا جبکہ رسول اللہ صلعم نے اپنے مخالفوں پر فتح پائی۔ اسوقت بھی آپکی جماعت قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے جس میں چودھویں صدی کیطرف اشارہ ہے اسوقت بھی اسلام کی حالت اذلہ کی سی ہے سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے **مجھے مبعوث کیا ہے۔**

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا **ظلم اور زور** سے بھری ہوئی ہوگی ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اسوقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہمکو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ بخشی گئی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی سلطنت میں نہیں ملتی ہے جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ جو اپنے عدل و انصاف کیلئے مشہور تھی۔ مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے کہ اس مقدمہ میں جو پادری مہری مارٹین کلارک کیطرف سے کھڑا ہوا تھا کپتان ڈگلس جو ان دنوں گورداسپور کا کمشنر تھا۔ باوجودیکہ کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا کہ ایک معزز پادری کیطرف سے مقدمہ ہے لیکن اس انصاف پسند نے اصلیت کو نکال لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ محض اونی درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا۔ کپتان ڈگلس جو آجکل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں ہمیشہ تک اس عدیم المثل انصاف کے باعث مشہور رہینگے اور یہ گورنمنٹ کے ایک عمدہ دار کی مثال ہے

سورۂ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے۔

کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو علما کہلاتے ہیں ایسے ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ تبارک الذی یاد ہے۔ اور کچھ نماز جنازہ آجاوے گویا سارے قرآن میں انکو اتنی ہی ضرورت ہے کہ مردے کے متعلق نکاح وغیرہ سے کچھ بتاوے۔ قرآن کی غرض و غایت ان کے نزدیک صرف اتنی ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ مصنفوں کو دیکھو کتابیں لکھنے میں مطلب صرف اتنا ہے کہ کچھ فائدہ ہو ان اسفار کا نتیجہ گدھے کی طرح ہے جو فوائد علیہ کے لیے اسفار کو جب اٹھاتا ہے کیا بری مثال ہے وہ جامع اخلاق انسان جو صفات عالیہ کا وارث ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا وارث بن سکتا ہے وہ انسان جس کا خدا اللہ ہے اور کچھ نہیں وہ اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ اخلاق فاضلہ کے حاصل کرنے اور زندگی کو معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی معلم آوے جو مزکی ہو اور تلاوت آیات کرے مجھے اس آیت نے بارہا متاثر بنایا ہے افلا یرون الا یرجع الیھم قولا وہ معبود کیسا ہو سکتا ہے جو کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا اگر وہ کسی ایک سے بھی بولتا تو کم از کم یہ الزام اٹھ جاتا۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب کسی سے کلام نہیں کرتا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ کچھ بھی خدا پر ایمان لائے ہیں نہ متکلم خدا پر۔ وہ ہرگز نہیں مانتے کہ وہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین خدا ہے ایک نیچری ... کہتا ہے کہ دعا کا کچھ نتیجہ اور اثر نہیں اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا بھی خدا کو کچھ ایسا ہی مانتا ہے۔ اسلام کے خدا پر وہ یقین نہیں لاتا جس کی بابت یقین رکھنا ضروری ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے کہا

ادعونی استجب لکم

غرض انسان اسفار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب تک معلم مزکی موجود نہ ہو۔ اگر ساری دانش اور قابلیت کتابوں پر منحصر ہوتی تو میں سچ کہتا ہوں کہ میں سب سے بڑھ کر تجربہ کار ہوتا کیونکہ جس قدر کتابیں میں نے پڑھی ہیں بہت تھوڑے ہوں گے جنہوں نے اس قدر مطالعہ کیا ہو اور بہت تھوڑے ہوں گے جن کے پاس اس قدر ذخیرہ کتب کا ہو مگر میں یہ بھی سچ کہتا ہوں کہ وہ ساری کتابیں اور سارا مطالعہ بالکل رائگان اور بے فائدہ ہوتا اگر میں امام کے پاس اور اس کی خدمت میں نہ ہوتا۔ مجرد کتابوں سے آدمی کیا سیکھ سکتا ہے جب تک مزکی نہ ہو اب میری حالت یہ ہے کہ جبکہ میں نے محض خدا کے فضل سے راستباز کو پا لیا ہے تو ایک سیکنڈ بھی اس سے دور رہنا نہیں چاہتا یہاں تک کہ ایک نے ہزار روپیہ دیکر بلوانا چاہا مگر میں نے گوارا نہ کیا۔ پھر اس پر مجھے تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی کیونکر قادیان سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ میں یہ باتیں صرف تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں شاید کسی کو فائدہ ہو۔ کہ میں نے بہت کتابیں جمع کیں لیکن جو کچھ مجھے ملا محض اس کے فضل سے ملا۔ تم مجھ کو کوئی دعویٰ نہ تھا اس وقت میرے دل نے مان لیا تھا کہ یہ سچا ہے میرے لیے اس کی سچائی کی دلیل اور نشان میں آپ ہی تھا پھر میرا لڑکا عبد الحی آیۃ اللہ ہے محمد احمد مر گیا تھا اور دعا نے ایک معترض نے اس پر اعتراض کیا میرے غافل دل کے کسی پرواہ کی اور حقیقت میں میری یہ حالت تھی کہ میں محض اولاد کا خواہشمند تھا میں اسی مجلس میں ایک شخص کو بطور شہادت پیش کر سکتا ہوں اور وہ ایڈیٹر الحکم ہے کہ ایک طبیب نے جو مشہور ہے مجھے اس کی معرفت پیغام دیا کہ تم میرا علاج کرو تو تمہارے یہاں اولاد ہو جاوے گی۔ میں نے اس کا یہی جواب دیا کہ مجھے محض اولاد کی ضرورت نہیں بلکہ سعادتمند اولاد کی ضرورت ہے اگر اس کا کوئی نسخہ تمہارے پاس ہو تو میں کئی ہزار روپیہ دینے کو طیار ہوں اس کا جواب اس نے کچھ نہ دیا۔ (ایڈیٹر۔ یہ واقعہ بالکل درست اور صحیح ہے) غرض میں نے اس لڑکے کی دعا کی معترض کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور اس پر کوئی توجہ نہ کی مگر جیسے آقا امام نے اس پر توجہ کی تو اس کو وہ بشارۃ ملی جو الحکم اور البدر میں [illegible] درج ہے اور پھر اس کے چند [illegible] جس کا نام عبد الحی ہے پیدا ہوا [illegible] کشف کے مطابق اس کے جسم پر بعض پھوڑے [illegible] نکلے جن کے علاج میں میری طبابت گرد تھی [illegible] ان پھوڑوں کو [illegible]

سخت تکلیف تھی اور وہ ساری رات اور دن بھر تڑپتا اور بے چین رہتا جس کے ساتھ ہم کو بھی کرب ہوتا مگر ہم مجبور تھے کچھ نہ کر سکتے تھے ان پھوڑوں کے علاج کی طرف بھی کوشش میں ایک تھا اور اس کی ایک جز ہلدی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور دوائی تھی جو یاد نہ رہی تھی ہم نے اس کے اضطراب اور کرب کو دیکھکر چاہا کہ ہلدی لگائیں آپ نے کہا کہ میں جرات نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا دوسرا جز یاد نہیں مگر ہم نے غلطی کھائی اور ہلدی لگا دی جس سے وہ بہت ہی تڑپا اور آخر ہم کو وہ دھونی پڑی۔ اس سے ہمارا ایمان تازہ ہو گیا کہ ہم کیسے ضعیف اور عاجز ہیں کہ اپنے قیاس اور فکر سے اتنی بات نہیں نکال سکے۔ اور یہ مامور اور مرسلوں کی جماعت ایک حسین اور کل کی طرح ہوتے ہیں جس کے چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ اس کے بلانے بغیر یہ نہیں بولتے غرض میرا ایمان ان نشانوں سے بھی بیدار کا ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو نشانوں کے بغیر بھی سیکڑوں نشان دکھا دیے۔ اور خود میرے ہی گھر میں نشان موجود ہے جس کا میں نے ذکر بھی کیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو لوگ اپنا ایمان کسی نشان پر منحصر رکھتے ہیں وہ ٹھوکر کھاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں اور ان کی بے ادبی اور جرات کی سزا ان کو یہ ملتی ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اقتراحی معجزات مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان نہیں دیا جاتا ہے اب بھی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اس قسم کے اعتراض اور جرات کیا کرتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں فلاں قسم کا عذاب پھر آ جاوے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عقل اور حکمت کے پیمانہ میں محدود کرنا چاہتے ہیں اور اس پر حکومت کی خواہش کرتے ہیں حالانکہ اللہ غالب علی امرہ اس کی شان ہے۔

مختصر یہ کہ ہم کنگال تھے اور خطرہ زدہ تھے اور ہم چاہتے تھے کہ اس وقت ہماری دستگیری ہو لیکن ہماری صرف صورۃ سوال تھی اگر ہم میں عقل ہوتی تو زمانہ کی حالت کو دیکھ کر آنے والے کی تلاش کرتے مگر میں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ٹھوکر نہیں کھانے دی بلکہ میری حفاظت فرمائی۔

(باقی آئندہ)

ڈائری حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

بقیہ دربار شام

ہیں یہ اسقدر مانگو کہ اس نقطہ تک پہنچ جاؤ کہ رقت پیدا ہو جاوے۔ جب یہ حالت میسر آجاوے تو دل خود محسوس کر لیتا ہے کہ یہ تغیر خدا نے کیا ہے اگر ایکبار بھی اس کا تجربہ ہو جاوے گا تو اس کی چاشنی لگ جاویگی۔ مشکلات اجنبیت کے لیے ہوتے ہیں جب وہ اجنبیت جاتی رہی تو مشکلات بھی نہیں رہتی ہیں بلکہ لذت کے ساتھ نماز اور دعا کی طرف توجہ کرتا ہے۔ یاد رکھو ساری لذتیں خدا تعالےٰ کی یاد اور محبت میں ہیں اور یہ لوگ جو دنیاداری کی عیش و عشرت میں بظاہر زندگی بسر کر رہے ہیں یہ بہائم کی زندگی ہے عارف تو ان کے دیکھنے سے بھی متنفر ہوگا۔ افسوس ہے کہ ایک مختصر سی زندگی ہے جس کی بابت اتنا بھی یقین نہیں کہ رات کو سوئیں گے تو صبح زندہ اٹھیں گے اسقدر غفلت سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کو مرتے وقت حسرت ہوگی۔ پہلے یہ بھی بات ہے کہ ایمان کا پہلا نشان یہی ہے کہ دنیا اور اسکی شان و شوکت مردہ کیڑے سے بھی کمتر دکھائی دے اور زینت الدنیا پر کوئی حسرت نہ کرے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ بدقسمت ہیں اور انکی بہائم کی سی زندگی ہے انسان کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ متقیوں کا شوق کرے انکے سوا سب مردہ ہیں زندہ وہی ہوتے ہیں اور وہ حظ عظیم دیتی ہیں جنکو خدا زندہ کرتا ہے اور جنکو دیکھکر دنیا اور دین کے مصائب دور ہوتے ہیں اور انسان رحمت کے قریب آتا ہے۔ لعنت کے قریب جاکر لعنت ہی کا حقدار ہوگا۔ یقیناً یاد رکھو کہ دنیا بے ثبات ہے اسی لیے حکم ہے کونوا مع الصادقین فرمایا صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ تاکہ تم بھی صادق بنو۔

عرب۔ مجھے یہاں رہنے سے بڑا فائدہ ہوا ہے اور اب میں عجیب خواب دیکھتا ہوں۔

حضرت اقدس نشو و نما اور ترقی رفتہ رفتہ ہوا کرتی ہے آپ کی خوش قسمتی ہے جو آپ یہاں آگئے اور رہے ورنہ وہ اگر چاہتا تو آپ تمام عمر تماشاگاہ ہو کر جو لات و عزّیٰ ان کے کیا ہوئے جاتے ہیں ہم تو ان کے کھیل تماشوں سے ایسے متنفر ہیں کہ اگر قریب بھی ہو تو یہ کہیں کہ کب یہاں سے اٹھ جائیں۔

عرب میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اب اشتغال ذرہ بھی حسرت نہیں رہی۔

حضرت اقدس اچھا اللہ تعالےٰ ثابت قدم رکھے اور ترقی بخشے

عرب فرشتوں کے متعلق کیا بات ہے آپ نے کبھی آنکھ سے دیکھا ہے

حضرت اقدس ہم تو ہر روز آنکھ سے دیکھتے ہیں بعض وقت مجسم ہوکر نظر آتے ہیں۔ اسپر حضرت اقدس نے تین چار واقعات فرشتوں کے مجسم ہونیکے بیان فرمائے۔ انہیں سے ایک واقعہ وہ ہے جب آپ مبعوث اور مامور ہونے سے پہلے روزہ رکھا کرتے تھے۔ ملائکہ کی جماعت نے کہا کہ یہ شخص اسقدر مشقت کیوں اٹھاتا ہے؟ اور ایک یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بڑے میدان میں آٹھ یا دس برس کے لڑکے کی عمر کی شکل میں متمثل دیکھا اور اس کے پاس آپ گئے تو اس نے ایک بہت نان سفید عمدہ پاکیزہ اور درخشاں تھا آپکو دیا اور کہا کہ یہ تو تمہارا ہے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لیے ہے۔ اور پھر ایکبار اسی تمثل میں نظر آیا اور کہا کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا۔

اور ایک وہ واقعہ بیان فرمایا جو قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ کے الہام کے ساتھ ہے یعنی لیکھرام کے متعلق جو ملائکہ شداد غلاظ نظر آئے انکا ذکر کیا۔ اور واقعہ لیکھرام کے متعلق ایک اور کشف بتایا کہ اس کے مرنے سے پہلے دیکھا کہ ایک چمکیلا نیزہ میرے ہاتھ میں ہے جیسے میں لیکھرام کا سر ہے ایک فرشتہ مجھے کہتا کہ اب یہ نہیں آوے گا۔

فرمایا یہ عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ فرشتوں کے متعلق تذکرہ میں رویا اور کشف میں آپ نے فرق بتایا کہ رویا میں غیبت حس ہو جاتی ہے اور روح کہیں کی کہیں ہوتی ہے کشف میں مکان نہیں بدلتا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مقام پر ہی آوازیں بھی بعض وقت سنتا ہے۔ اور کشف بیداری میں بھی ہو جاتا ہے

صاعقہ — اِنّی اَنَا الصّاعقہ جو آپ کا الہام ہے اسکے متعلق مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ یہ بالکل نیا نام ہے فرمایا ہاں یہ ویسا ہی ہے جیسے افطر واصوم طاعون کے متعلق ہوا تھا۔ ایک وقت روزہ رکھونگا اور ایک وقت روزہ کھولونگا حقیقۃً جیسا فرماتا ہے ویسا ہی وقوع میں آتا ہے چند سال سے دیکھتے ہیں کہ شدۃ گرما یا سرما میں طاعون کم ہو جاتی ہے اور بہار کی موسم میں چمکتی ہے اسی قسم کے لطیف محاورات میں سے اِنّی اَنَا الصّاعقہ بھی ہے۔

۲ جنوری ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

الہام فرمایا رات مجھے الہام ہوا۔ جَاءَنِی آئِلٌ وَاخْتَارَ وَادَارَ اِصْبَعَہٗ وَاَشَارَ یعصمک اللہ من العدا ویسطو بکل من سطا۔ آئل جبرئیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔ **ترجمہ** آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی مجھے چن لیا) اور گھمایا اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور ٹوٹ پڑے گا ہر اس شخص پر جو تجھ پر اچھلا۔

فرمایا ایل اصل میں ایالت سے ہے یعنی اصلاح کرنیوالا اور سیاست کرنیوالا جو مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہے یہاں جبرئیل نہیں کہا آئل کہا اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالم سے بچاوے اسلیے آئل ہی فرشتہ کا نام رکھا۔

یہ بھی پہلے الہام سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے تمتّعی امامک و عادی کل من عادی۔ یہ چند دن پہلے کا الہام ہے

کہ وہ کریم ہے تیرے آگے آگے چلے گا اور جو کچھ سے عداوت کرے گا وہ اس سے عداوت کرے گا۔ آئل چونکہ لغت میں بشکل مل سکتا ہو گا یا کم مستعمل ہو گا اسلیے اللہ نے خود ہی اسکی تفصیل کر دی یہ کہکر کہ آئل جبرئیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا

جسطرح انبیا علیہم السلام کے صفات ہوتے ہیں اسیطرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں اور اصبعلہ کے جو معنی ہم کرتے ہیں وہ ابتدائی ہیں اصل حقیقۃ تو اسوقت کھلیگی جب انکا ظہور ہوگا اسپر

ابو سعید عرب صاحب نے عرض کی کہ کاش مجھکو بھی جبرئیل دکھایا جاتا فرمایا جب خدا آپکو وہ آنکھیں عطا کرے گا تو آپ بھی دیکھ لینگے **وما نتنزل الا بامر ربک** وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے

جنت من حضرۃ الوتر +

اسپر اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتویٰ دیا اور لوگونکو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں انکے جنازے درست نہیں اور انکو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جاوے اسوقت چونکہ بغض و عداوت بڑھ گئی تھی ہم گویا تنہا رہ گئے۔ اسوقت میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو اسنے کہا کہ **جنت من حضرۃ الوتر** میں جناب الٰہی سے آیا ہوں میں نے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمھاری مدد میں بڑھتے جاتے ہیں یہ پیغام دینے آیا ہوں میں نے اسکو الگ ہو کر ایک بات کہنی چاہی جب وہ الگ ہوا تو میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اسنے کہا نہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں معاً میری حالت کشف اسپر جاتی رہی۔

حدیث و قرآن

حدیث کے ذکر پر بھی آپ نے فرمایا کہ حدیث میں اور شریعت اگر رکھا جاوے تو قرآن کو ترک کرنا پڑے گا۔ جو انسان کی تباہی کا باعث ہے سچی بات یہی ہے کہ جو حدیثیں قرآن کی شارح ہیں انکی تو عزۃ اور تعظیم کرو۔ اور جو قرآن کے مخالف ہیں انکو چھوڑ دو۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ جس طرح لوگ مرتے ہیں کیا قیامت کو بھی اسی طرح ترتیب وار حاضر ہونگے یا ایک دم تمام اولین و آخرین۔

فرمایا یہی ثابت ہے کہ ایکدم اٹھیں گے یہ ماننا پڑتا ہے ہمارا عقاید ایمانی در خدا ہے دیکھو نطفہ کیا چیز ہے پھر اس سے کامل انسان بنا دیتا ہے۔ ہر شخص جو خدا کو مانتا ہے اسکو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیکھو آفتاب و ماہتاب جو روشن جسم ہیں کیا انکو دیکھکر وہ کہہ سکتا ہے کہ انکی بنانے کا سامان کن چھکڑوں پر آیا تھا اور انکا مصالح کہاں سے آیا یہی کہنا پڑے گا کہ **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون** پس ہم کو ایسا ہی ماننا چاہیے کہ وہ قیامت کو یکدم سب کو اٹھا دے گا اور جن حسرتوں سے مومن مر گئے تھے کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہوا ہوگا وہ اسوقت ان کو دکھلا دیا جاوے گا کہ دیکھلو یہ راستباز ہیں اور یہ منکروں کا حال ہے تبھی تو راستبازوں کو لذۃ آئیگی پس جبتک ہم خدا کو صاحب قدرۃ نہ مانیں اسے مان ہی نہیں سکتے۔ پہلے کاموں کو دیکھو تو ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حصہ میں خدا کو مانیں اور دوسرے میں انکار کریں خدا کی صفات اور کلام غیر محدود ہیں کیا دنیا کی ہزار در ہزار قدرتیں اثبات کی کافی دلیل نہیں ہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔ خدا کبھی معطل نہیں ہوگا ہمیشہ خالق۔ رازق۔ رب رحیم۔ رحمٰن ہے اور رہیگا۔ میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت بحث کرنا گناہ میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ کوئی ایسی چیز منوانی نہیں چاہتا جسکا نمونہ یہاں نہ دیا ہو۔ ہم لڑکپن میں گلہری کو مار کر پھر زندہ کیا کرتے تھے یعنی اسکو مار کر جب وہ جس و حرکت ہو جاوے تو تازہ گوبر میں دبا دیا جاوے تو وہ زندہ ہو جاتی اسی طرح مکھی بھی زندہ ہو سکتی ہے یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی غشی اور نیند کی سی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی موت ہے یہ نمونہ ہے احیاء موتیٰ کا۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ آکر قبر میں کس زبان میں سوال کریگا

فرمایا یہیں عربی فارسی اردو انگریزی سنسکرت سب زبانوں میں الہام ہو جاتے ہیں پھر کیا فرشتہ ہر زبان پر قادر رہ سکتا ہے وہ ہر زبان بول سکتا ہے۔

سوال کیا کہ وہاں کے سوالات محدود ہیں من ربک وغیرہ ہیں وہ سوال اگر یاد کر لیے جاویں تو وہاں پاس ہو سکتے ہیں

فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک ایمانی کیفیت ہے وہ دنیاوی امتحانوں کیطرح نہیں کہ آدمی مکالمہ و مکر سے پاس ہو سکے بلکہ وہاں جس رنگ سے دل رنگین ہوگا اسی کا اظہار ہوگا اور اسی کے موافق بوجہ حسن الوجہ قبر میں رنج یا راحت کا سامان مہیا کیا جاویگا۔

عرب صاحب نے پوچھا کہ کیا مرنے کے بعد کوئی تعلق زمین سے رہتا ہے؟

فرمایا ہاں ضرور رہتا ہے ایک تعلق مومن کا آسمان سے ہوتا ہے اور ایک قبر سے بھی رہتا ہے اصل حساب کتاب برزخ میں ہوگا اور مقابلہ حشر میں ہوگا تاکہ انبیا اور انکے مخالفین کی حالت کا اظہار ہو کہ جنکو دنیا میں ذلیل سمجھا جاتا تھا وہ عزۃ کی کرسی پر بٹھلائے جاتے ہیں اور جنکو کاذب کہا جاتا تھا وہی صادق ہیں

سوال کیا کہ کیا حشر میں جسم ہوگا یا نہیں اور ہوگا تو یہی یا اور۔

فرمایا جسم تو ہونگے مگر یہ نہیں کہ یہی یا اور۔ تین سال کے بعد پہلا

جسم تو رہتا نہیں۔ اس کا قائمقام نیا جسم آجاتا ہے پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک جسم دیا جاوے گا جیسا اُس علیم کے علم میں ہے وہ قادر ہے کہ اس میں سے بھی کچھ حصہ لے اور ضرور لے گا اور اس حصہ کو بھی جلالی رنگ میں غیر فانی کر دے۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابداً لآباد تک رہے انسان کو غیر فانی جسم جو دیا جاوے گا یہ خدا کا عطیہ ہوگا۔

سوال کیا گیا کہ حیوانات کو کیوں ایسے جسم نہ ملیں گے **فرمایا** ہم کو ضرورت نہیں کہ اس پر بحث کریں ایک شخص سخاوت کرتا ہے ایک فقیر کو پیسہ دیتا ہے دوسرے کو دو پیسہ جسکو پیسہ دیا گیا ہے اُس کا حق نہیں کہ جھگڑا کرے۔ بہشت والوں کو ابدالآباد کے لیے رہنا ہوگا البتہ دوزخ کی بابت آیا ہے یأتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک ابوابہا کیونکہ وہ بھی آخر خدا کے ماتحت ہی ہوئے ہیں اُن پر بھی کوئی زمانہ ایسا آنا چاہیے کہ عذاب میں تخفیف ہو۔

یہ معرفۃ کی باتیں ہیں یہ نہیں لکھا کہ بہشت میں مومنوں کیطرح اُنکو مدارج ملیں گے بلکہ اُن کے ماتھے پر دوزخ کا نشان ہوگا۔

پھر سوال کیا کہ ابدی راحت بھی عذاب ہو جاتی ہے فرمایا بہشت میں روز تجدید ہوتا رہے گا اسیطرح دوزخ خیال کی بات لکھا ہے بدّلنٰہم جلوداً غیرھا لیذوقوا العذاب خدا کا تجدد محدود نہیں ہوسکتا یہ بے پایاں ہے اور لدینا مزید کے موافق زیادتی ہوتی رہیگی۔

پھر پوچھا کہ میں نے کبھی روزہ نہیں رکھا کیا کروں۔ **فرمایا** گذشتہ کا وسعت کے موافق فدیہ دو اور آئندہ عہد کرو کہ ضرور رکھوں گا۔

۳۰ جنوری
(صبح کی سیر)

اللہ اور رحمٰن

سیر کو نکلتے ہی سلسلہ کلام یبشرک ربک الرحمٰن الہام سے شروع ہوا فرمایا رحمٰن اپنے اندر بشارۃ رکھتا ہے چونکہ یہ بشارۃ مخفی اس لیے اس الہام میں رحمٰن کا لفظ رکھا ہے اور بشیناً کے لفظ میں کچھ خفا تھا جو کہ اُسکی عظمت کے لیے ہے مگر ایک خفا ضرور ہے اس لیے اس خیال سے کہ وہم نہ پیدا ہو پھر اور کھلے الفاظ میں فرمایا بشارۃ تلقاھا النبیون۔ یبشرک ربک الرحمٰن میں لام بھی انقطاع کے لیے فرمایا دوسرے الہام وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ الْعِدَیٰ میں اللّٰہ کا لفظ اس لیے رکھا کہ اللہ اپنے جلال کو چاہتا ہے اور اس عصمت میں اظہار جلال مقصود تھا اس لفظ کو اختیار فرمایا۔ جو اسم اعظم ہے۔

موسیٰ و مثیل موسیٰ علیہما السلام

اس ضمن میں فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اس معیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور گویا کل جماعت آپ کی آگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا بلکہ کہا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ کیا سِر تھا کہ انہوں نے اپنی ہی ساتھ معیت کا اظہار کیا؟ اس میں یہ راز ہے کہ اللّٰہ جامع جمیع شیون کا ہے اور اسم اعظم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی قوم شریر اور فاسق فاجر تھی آئے دن لڑنے اور پتھر مارنے کو طیار ہو جاتی تھی اسلیے اُنکی طرف معیت کو منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی ذات تک اسے رکھا ہے۔ اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے

ایمان عرفان کیسے ہوتا ہے؟

فرمایا یہ پیشگوئیاں جو ہیں یہ ایمان کو قوی کر کے عرفان بنا دیتی ہیں نری باتوں سے ایمان قوی نہیں ہوسکتا جبتک اسمیں قوۃ کی شعاعیں نہ پڑیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات سے پیدا ہوتی ہیں پس ان پیشگوئیوں کو خوب کان کھول کر سننا چاہیے دوسرے وقت جب یہ پوری ہوتی ہیں تو ایمان کی تقویۃ کا باعث ہو کر اسکو عرفان بنا دیتی ہیں اس لیے جو امر پیشگوئی پر مشتمل ہو میں اسکو ضرور سنا دیا کرتا ہوں اور میری غرض اس سے یہی ہوتی ہے یہ ایک نور بخشتی ہیں اور جبتک اللہ تعالیٰ کیطرف سے نور نازل نہ ہو انسان غلطی میں پڑا رہتا ہے

تعبیر الرؤیا

ابوسعید عرب صاحب نے اپنی رؤیا بیان کی کہ ایک کتیا ہے یا کتا ہے اور پھر اُس نے انڈا دیا جسکو انہوں نے توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا فرمایا کتا ایک برزخ ہے درندگی اور چرندگی میں جب وہ کتے سے کاٹے تو محبت ہے اور کتے سے مراد خفیف سا دشمن ہوتا ہے اس کے انڈے سے مراد اسکی ذریت ہے جب اسکو توڑ دیا تو گویا خفیف اور کمزور دشمن کی ذریت کو تلف کر دیا۔

بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ

فرمایا جس بادشاہ کے ہم زیر سایہ ہیں اسکو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جانا یہ توہین ہے بئس الفقیر علی باب الامیر

مولوی محمد حسین اور اسکا رجوع

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیشگوئی یقیناً خدا کیطرف سے ہے **فرمایا** کہ اسمیں کیا شک ہے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتدا سے اسمیں ایک قسم کی خود پسندی تھی پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسطرح پر اسکا تنقیہ کر دے یہ اس کے لیے استفراغ ہے براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اسکا فرعون نام رکھا گیا ہے اُسنے بھی آخر یہی کہنا تھا کہ اٰمنت بالذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل اس نے اس کے لیے بھی اٰمنت بالذی کا وقت مقدر ہے۔ **پھر پوچھا گیا** کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت

اس کے لیے مقدر ہے **فرمایا** یہ تو اس ہی کا بہتر جانتا ہے مگر اُس نے ایک کاتب کیلیے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ وقتی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اُسوقت اُسکی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھدیا کرتا تھا اور ایکبار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایکبار اصرار کر کے مجھے دعوت کرایا بغرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا کئی بار اُس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں آکر رہوں مگر میں نے اُسوقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا اس کے بعد اسے یہ ابتلا پیش آگیا کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اسکا انجام اچھا رکھا ہو۔

اس پر ایک بھائی نے **سوال** کیا کہ حضور اب اُسے کیا سمجھیں **فرمایا** اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اُس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اُسکا انسان بنجاوے مگر جوں جوں اُسکی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اسکا نام بدلتا جاتا ہے مضغہ علقہ وغیرہ ہوتا ہے آخر اپنے وقت جاکر انسان بنتا ہے یہی حال اُسکا ہے سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اسکو سمجھنا چاہیے۔ پھر اس ضمن میں **فرمایا** کہ سزا و عذاب صرف کفر ہی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ فسق و فجور بھی عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔

مفتری آخر تھک جاتا ہے

فرمایا کبھی کوئی جھوٹھ اسقدر چل نہیں سکتا۔ آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بدی کرنے والے جھوٹے اور فریبی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں پھر کیا کوئی ایسا مفتری ہو سکتا ہے جو برابر ۲۵ برس سے خدا پر افترا کرتا ہو اور نہ تھکا ہو اور خدا کو بھی اُس کے لیے غیرت نہ آوے۔ بلکہ اُسکی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔

دیکھو یہ جو پیشگوئی ہے کہ میری عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیشگوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اب پچیس برس گذر بھی گئے ہوں۔ اور ایسا ہی اسوقت جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ یہاں آتا تھا کہا يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ اور يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ کیا یہ مفتری کر سکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتری کی پرواہ کرے بلکہ اُس کی پیشگوئی پوری کرنیکو دور دراز سے لوگ بھی اُس کے پاس آتے ہیں اور ہر قسم کے تحائف اور نقدی بھی آنے لگیں اگر یہ بات ہو کہ مفتری کے ساتھ بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں تو پھر نبوۃ سے ہی امان اُٹھ جاوے۔ یہی نشانات ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص کی ترقی کا باعث ہو رہے ہیں مفتری اور صادق کو تو اُس کے مُنہ ہی سے دیکھکر پہچان سکتے ہیں

فرمایا سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرۃ لوگوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے احمق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ نور کا حصہ لے وہ ہر بات میں بدگمانی ہی سے کام لیتا ہے۔

فرمایا ہمکو تکلف اور تصنع کی حاجت نہیں خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے خدا کا اپنا کام ہے اور وہ خود کر رہا ہے۔

فرمایا جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ مکانوں پر بھروسہ کرتا ہے۔

اپنی سچائی پر بصیرت

فرمایا اللہ تعالیٰ ہمکو کبھی ہرگز کسی حالت میں نہ چھوڑیگا وہ سب پر اتمام حجت کریگا

یاد رکھو ہمارے اور دوسرے مذہبوں میں فرق ہوتا ہے جو خدا کیطرف سے آتے ہیں وہ خود انکی عزت کو ظاہر کرتا اور انکی سچائی کو روشن کر کے دکھاتا ہے اور جو اُسکی طرف سے نہیں آتے اور مفتری ہوتے ہیں وہ آخر ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔

پیشگوئیوں کے متعلق فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور اسکا کلام بہرحال سچا ہے ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں کبھی روحانی رنگ میں اور منہاج نبوۃ میں اس کے نظائر موجود ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ گائیں ذبح ہوتی ہیں تو وہ صحابہ کا ذبح ہونا تھا اور آپ نے دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں جو پھونک مارنے سے اُڑ گئے ہیں سے مراد جھوٹے پیغمبر تھے ہیں خدا کا کلام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور سچا ہے۔

جماعت کی خوش قسمتی

فرمایا اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے مہمان اگرچہ بھی چلا ہے تو بھی میزبان کا فرض ہے کہ اُس کے آگے کھانا رکھدے اسی طرح پر اگرچہ نشانوں کی ضرورت کوئی بھی نہ سمجھے تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لیے نشانات ظاہر کرتا ہے یہ بھی سچی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ایمانکو نشانوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں حضرۃ مسیح کے شاگردوں نے مائدہ کا نشان مانگا تو یہی جواب ملا کہ اگر اسکے بعد کسی نے انکار کیا تو ایسا عذاب دے گا جسکی نظیر نہ ہوگی۔

ادب طالب

پس طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے جو اس آداب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں خدا انکو کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا اور انکو یقین سے بھر دیتا ہے صحابہ کی حالت کو دیکھو کہ انھوں نے نشان نہیں مانگے مگر کیا خدا نے انکو بے نشان چھوڑا؟ ہرگز نہیں تکلیف پر تکلیف اٹھائیں جانیں دیں اعداء نے عورتوں تک کو خوفناک تکلیفوں سے ہلاک کیا مگر نصرۃ ہنوز نمودار نہ ہوئی آخر خدا کے وعدہ کی گھڑی آگئی اور انکو کامیاب کر دیا اور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ یہ بھی بات ہے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن ساری نشان ظاہر کر دے تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان اگر یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیوں کی جڑ **ایمان** ہی ہے اسی کے ذریعے انسان

بڑی بڑی منزلیں طے کرتا اور سیر کرتا ہے **سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی** ہے

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ — بعینہٖ وہ سے ہی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی ہے تو پھر اسکو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوۃ اسی پر دلالت کرتا ہے پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ان کا ہوتے ہیں۔

صدیقی فطرۃ حاصل کرو — پس صدیقی فطرۃ حاصل کرنی چاہیے انھوں نے کوئی نشان مانگا تھا شام کو مکہ کو آ رہے تھے رستہ ہی میں خبر ملی وہیں یقین لے آئے۔ یہی وجہ وہ معرفت تھی جو آپ کی تھی معرفت بڑی عمدہ چیز ہے جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو معجزہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق آپ کے حالات سے پورے واقف تھے اس لیے سنتے ہی یقین کر لیا۔

ہماری بعثت کی غرض۔ — فرمایا ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے اگر تم تقویٰ کرنے والے ہوگے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی پس تقویٰ پیدا کرو۔

جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے انکو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انھیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی۔ اسوقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے

حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی جنگ کی جاتی ہے۔ مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اسکی معرفت ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔

(اس سیر میں سے جتنے مضمون عیرکو نکال کر آپ ہی کی تقریر کے مختلف فقرہ بکر ایک جا جمع کر دیا ہے۔ ایڈیٹر)

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب **سے ذکر ہوئے** نیاز حاصل کیا **قاضی خواجہ علی** صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے انکو کہا تھا کہ قادیان چلو **فرمایا** اگر وہ یہاں آجاوے تو اسکو اصل حالات معلوم ہوں اللہ ہماری جماعت کی ترقی کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تعداد بڑھ گئی ہے اگر شبہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کر کے ہماری جماعت کی الگ مردم شماری کرا لیں۔ براہین احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَانْتَہٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ** - اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہے یا نہیں گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں جو میموریل ستمبر ۱۸۹۹ء میں بھیجا گیا تھا اسمیں صاف اس امر کی پیشگوئی ہے کہ یہ جماعت تین سال میں ایک لاکھ ہو جاوے گی اور وہ پوری ہو گئی۔ بہت سے لوگ ایسے صعفا و غربا میں سے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں مگر آ نہیں سکتے

فرمایا دیندار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توہین سمجھتا ہے۔ ایک صحابی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض تھے اسوقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے پاس بھیجا اور چاہا کہ وہ اس کے پاس چلے آویں صحابی نے اُس خط کو لیکر تنور میں پھینک دیا اور رونا شروع کر دیا کہ ایکطرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور دوسری طرف میں یہاں تک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان میں طمع کرنے لگا جسقدر کہ لعنت معصیت ہوتی ہے۔ جسقدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی اسی قدر اہل دنیا سے نفرت

پیدا ہوگی ہمکو جسقدر تکالیف دیگئی ہیں اور جس قدر سب و شتم کیا گیا ہے یہ ہماری تبلیغ کے لیے ایک ذریعہ ہو گیا ہے جیسے جسقدر گرمی شدۃ سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواہشوں اور فعلوں میں مستغرق تھے نہیں مذہب اور مذہبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل یوں کھڑے ہو گئے انہوں نے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف دیں مگر آخر وہی ہوا جو خدا کا منشا تھا۔ اسی طرح پھر یہاں دیکھ لو کس قدر زور شور سے مخالفت ہوئی اور ہو رہی ہے بہت سے لوگ ہیں جو بدعات اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں اکثر ہیں جو کنجریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بھنگ چرس مدک تاڑی گانجا شراب وغیرہ پیتے ہیں اور مہرتد ہوتے ہیں مگر کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہماری اسقدر مخالفت کی جاتی ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ وفات و حیات مسیح پر وہ شور مچایا گیا جس کی حد نہیں ہی قتل کے فتوے دیے گئے اسمیں راز یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے

دربار شام

بیعت کے بعد طاعون کا ذکر ہوا۔ جسپر حضرۃ اقدس نے ایک لمبی تقریر طاعون کے متعلق فرمائی۔ ہم کسی قدر تلخیص کے ساتھ اسکو ذیل میں لکھتے ہیں

تقویٰ کی ضرورت — فرمایا جب تک انسان کو ایسا نہ ہو جیسے کوئی سوئی کے ناکے میں جاتا ہے اسوقت تک کچھ نہیں ہوتا جسقدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسیقدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِیْدًا** یہ طاعون کے متعلق ہے اور پھر فرمایا **اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ** میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا اور اسکو ملامت کرونگا جو ملامت کرتا ہے